بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جنگ میں فتح و شکست متوقع طور پر ہو یا غیر متوقع طور پر۔ ہوتی ہی رہتی ہے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے بغیر سبب کے نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کے اسباب ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بعض ظاہر ہوتے ہیں اور بعض خفی جنھیں خاص خاص افراد و اشخاص ہی محسوس اور معلوم کر سکتے ہیں۔ اس عام اصول اور کلیہ کے ماتحت اسرائیل کو جو غیر معمولی فتح اور عربوں کو سخت شکست و ہزیمت ہوئی ہے۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو گیا۔ بلکہ اُس کے اسباب ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات جس قدر عجیب و غریب ہے اتنی ہی حد درجہ افسوس ناک اور لائق شرم ہے کہ ایک طرف سیاسیات اور فن حرب کے غیر مسلم ماہرین ہیں جن کے مضامین پچھلے دنوں انگریزی اخبارات و رسائل میں مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ ان سب کو پڑھ جائیے تو ایک ہی تاثر پیدا ہو گا اور وہ یہ کہ اسرائیل نے اچانک حملہ کر دیا۔ اُس کی فضائی اور بری طاقت غیر معمولی تھی۔ امریکہ اور مغربی جرمنی نے اسے کھل کر امداد بہم پہنچائی تھی۔ بحر روم میں امریکہ کا جو چھٹا بیڑہ اور روس کا جو جنگی جہاز لبرٹی تھا یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بھی اگر چاہتا تو اسرائیل کی بمباری سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے عربوں کو اسرائیلی بمباروں کی اڑان سے آگاہ کر سکتا تھا۔ اُنھوں نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ عربوں کے جو راڈر تھے ان کو بھی بیکار کر دیا جس کی وجہ سے عربوں کو اسرائیلی طیاروں کی بھنک بھی نہ پہنچ سکی اور اُن پر اچانک ہمہ گیر حملہ ہو گیا۔ ادھر یہ سب کچھ ہو گیا اور اُدھر روس بلند بانگ دعووں اور وعدوں کے باوجود جب وقت آیا تو صاف آنکھیں دکھا گیا اور اس طرح عرب ایک گہری سازش کا شکار ہو کر رہ گئے۔ اب رہی اسرائیل کی

مذہبی اور اخلاقی زندگی! تو انھیں غیر مسلم نامہ نگاروں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم سبت ان کے ہاں ایک مقدس دن ہے اور اس کے لئے خاص خاص احکام ہیں۔ لیکن سرکاری ہدایات کے باوجود عمر رسیدہ مرد اور عورتیں ان کی پابندی کرتے ہوں تو کرتے ہوں جوان لڑکوں اور لڑکیوں میں بہت کم ہیں جو ان کا لحاظ کرتے ہوں۔ اسرائیل کے فلاں فلاں شہروں میں جو تاریخی مسجدیں اور بعض گرجا تھے ان کو انھوں نے آرٹ گیلری کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی جنگ میں بیت المقدس کے کتنے ہی گرجا ہیں جن کو بلا سبب پہلے بمبارڈ کیا اور پھر ان کو بالکل صاف کر کے اس جگہ سڑک نکال دی گئی ہے۔ کہنے کو جمہوریت کا دعوی ہے۔ لیکن عرب مسلمانوں کا کیا ذکر! جو عرب یہودی یہاں آباد ہیں اُن تک کے ساتھ امتیازی سلوک برتا جاتا ہے۔ غرض کہ یہ تاثرات ہیں جو غیر مسلم نامہ نگاروں کی تحریروں سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قاری کے دل میں اسرائیل سے بے زاری۔ نفرت وعناد اور عربوں کے ساتھ ہمدردی و خیرسگالی کا جذبہ طبعی طور پر اُبھرتا ہے۔

لیکن خدا کی شان ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا ہے (ہندوستان میں کم اور پاکستان میں زیادہ) جو اس فتح و شکست کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے عربوں کے معائب و مثالب اور اسرائیل کے فضائل و محامد اس شد و مد سے بیان کر رہا ہے کہ گویا عربوں کو شکست اور اسرائیل کو فتح کیا ہوئی کہ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ حد یہ ہے کہ جس قوم کو قرآن میں مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اور خدا کا مقہور و مغضوب قرار دیا گیا تھا آج اسی قوم کے متعلق یہاں تک کہہ دیا گیا ہے کہ قرآن میں جو اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ کا استثنا ہے اسرائیل اس کا مصداق ہیں۔ حالاں کہ قرآن کا ایک مبتدی بھی جانتا ہے کہ بعثت محمدی کے بعد حبل من اللہ کا مفہوم بجز ایمان و اسلام کے علاوہ کچھ اور ہے ہی نہیں۔ اسی قسم کی تحریروں سے اسرائیل کی جانب داری اور حمایت اور اس کے برخلاف عربوں سے نفرت دشمنی اور بغض کا جذبہ شعوری یا نیم شعوری طور پر پیدا ہوتا ہے۔ اور اس طرح امریکہ اور اسرائیل کے کاز کو بالواسطہ یا بلا واسطہ قوت پہنچتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ حضرات جن باتوں کو عربوں کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بالکل غلط